Taṣdīq
Vol 6 No 2, 2024

Article

Iranian Luminaries in Iqbal's Poetry

اقبال کی شاعری میں ایرانی مشاہیر

Dr. Ali Kavousi Nejad
Assistant Professor, Department of Urdu Language& Literature, University of Tehran, Iran
*Correspondence: alikavousi7@ut.ac.ir

ڈاکٹر علی کاوسی نژاد
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف تہران

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

DOI:https://doi.org/10.56276/0jfz9b97

Received:15-11-2024
Accepted:12-01-2025
Online:15-01-2025

Copyright: © 2024 by the authors.

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT

Muhammad Iqbal is one of the famous poets and philosophers of the East who wrote poetry in both Urdu and Persian, with most of his poetry composed in Persian. Iqbal considers Mawlana Jalaluddin Rumi as his mentor and follows his style in his poetry. Iqbal has a deep affection and love for the land of Iran, and in both his Urdu and Persian poetry, he addresses the land of Iran and Iranian luminaries. In his poems, Allama Iqbal refers to poets such as Sa'di, Hafiz, Mawlana, Urfi, Naziri, Talib Amuli, Baba Tahir Uryan, Qurat al-Ain Tahirah, and other Iranian poets and has composed poems following their poetic style. Additionally, Iqbal also mentions Iranian philosophers and mystics such as Razi, Avicenna (Abu Ali Sina), Farabi, Syed Ali Hamadani, and others. Iqbal has a long-standing connection and affection for Iranian culture, civilization, and the Persian language, using Persian to express and convey philosophical ideas. Although Iqbal was unable to visit Iran, he made a significant contribution to Persian literature through his Persian poetry. He can be considered one of those Persian poets of the subcontinent and Pakistan who brought about a fundamental transformation in Persian poetry and literature with his thoughts and ideas.

KEYWORDS: Iranian Luminaries, Iqbal's Poetry, Iran, Urdu, Persian, Language, Literature

اقبال کو ایرانی سرزمین خاص کر ایرانی شعرا، ادبا اور حکما سے اتنی عقیدت ہے کہ وہ سب سے پہلے مولانا روم کو اپنا مرشد گردانتے ہیں اور ان کی پیروی میں اپنے فارسی مجموعے "اسرار خودی" اور "رموز بے خودی" میں نغمہ سرائی کرتے ہیں۔ اقبال نے اپنی فارسی رباعیات، مشہور ایرانی شاعر بابا طاہر عریان کی پیروی میں لکھیں۔ اقبال کو جن ایرانی شعرا سے عقیدت ہے ان میں رومی، سعدی، حافظ، بابا طاہر عریاں، قرۃ العین طاہرہ، عرفی وغیرہ سرفہرست ہیں۔ اقبال اپنی اردو فارسی شاعری میں ایرانی شعرا کے علاوہ سرزمین ایران کے صوفیائے کرام، عرفا اور حکما کا بھی ذکر کرتے ہیں جن میں رازی، ابو علی سینا، فارابی، سید علی ہمدانی، ناصر خسرو کے نام لیے جاسکتے ہیں۔ علامہ اقبال کو سرزمین فارس کی تاریخ و تہذیب پر گہری نظر ہے اور انہیں اس سرزمین سے ایک طرح سے بڑی عقیدت ہے۔ علامہ اقبال کے افکار و عقائد پر ایرانی سرزمین کی گہری چھاپ نظر آتی ہے جو ان کی روح کی گہرائیوں تک رسوخ کر چکی ہے۔ انہیں ایرانی سرزمین سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں جو ہر وقت "جوانان عجم" کو اپنا مخاطب بنا کر ان سے گفتگو کرتے ہیں۔ اقبال نے ہر چند ایران کا سفر نہیں کیا لیکن انہیں ایرانی سرزمین کی بود و باش، رہن سہن اور تہذیب و تمدن سے اتنے ہیں کہ اس سرزمین کی فارسی زبان کو اپنے شعری خیالات کا ذریعہ بناتے ہیں اور ان کی زیادہ تر شاعری فارسی زبان میں ہے۔ سرزمین فرنگ میں جا کر اقبال پر فارسی شاعری کے رموز کئی طرح کھلتے ہیں اور ان کے بقول یہ ایسی شعری کیفیات ہیں جو ان پر وارد ہوتے ہیں اور یوں کہنا چاہیے کہ فارسی شاعری الہامی صورت میں اقبال پر نازل ہوئی۔ اقبال کی اردو فارسی شاعری میں ایرانی مشاہیر کے ناموں سے بھرا پڑا ہے۔

اقبال کی اردو فارسی شاعری کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ انہیں نہ صرف سرزمین عجم سے گہری محبت ہے بلکہ وہ اس سرزمین کے شعرا، علما اور حکما کے افکار سے بخوبی آشنا ہیں۔ فارسی زبان کئی صدیوں تک برصغیر پاک و ہند میں سرکاری زبان رہی اور ایرانی شعرا نے صفوی دور میں ایران سے ہجرت کر کے سلطنت مغلیہ کے بادشاہوں کے درباروں سے وابستہ رہے دھیرے دھیرے فارسی زبان و ادب پورے ہندوستان میں پھیل گیا۔ برصغیر پاک و ہند کی سرزمین نے امیر خسرو دہلوی، بیدل دہلوی، غالب دہلوی و علامہ اقبال جیسے سربر آوردہ شاعروں نے جنم دیا جن کی فارسی شاعری کے چار دانگ عالم میں چرچے ہیں۔ اقبال اپنے اسلاف کی راہ پر گامزن تھے اور انہوں نے اپنے فن کا لوہا منوایا، اردو فارسی شاعری کے ذریعے بلند و بالا خیالات کا اظہار کیا۔ اقبال کو ایرانی کی سرزمین اور ان کے شاعروں، عارفوں، فلسفیوں سے گہری محبت تھی جس کی مثال ہمیں ان کی اردو فارسی شاعری میں ملتی ہے۔ علامہ اقبال کو قرآن پاک اور مثنوی معنوی سے سرحد جنون تک عقیدت تھی اور یہ کتابیں ہمیشہ ان کے سرہانے پر تھیں۔ علامہ اقبال کو مولانا جلال الدین رومی سے اتنی عقیدت تھی کہ ان کو اپنے پیر و مرشد کے طور پر مانتے تھے اور اس عقیدت کی مثال ان کی اردو فارسی شاعری میں واضح طور پر ملتی ہے۔ اپنے فارسی مجموعہ کلام

"اسرار خودی" کا شروع مولانا روم کے فارسی اشعار سے کرتے ہیں۔

دی شیخ با چراغ ہمی گشت گرد شہر — دام و دد ملولم و انسانم آرزوست

زین ہمرہان سست عناصر دلم گرفت — شیر خدا و رستم دستانم آرزوست

گفت کہ یافت می نشود جستہ ایم ما — گفت آنکہ یافت می نشود آنم آرزوست (۱)

مولانا روم اپنے ان اشعار میں اپنے دور کے سست عناصر ساتھیوں سے تنگ آکر حضرت علی (ع) اور شاہنامہ فردوسی کے اساطیری کردار "رستم" جیسے سورماؤں سے دوستی کی تمنا کرتے ہیں اسی طرح بھی اقبال اپنے دور کے لوگوں کی سست روی اور آہستہ خرامی سے تکلیف میں ہیں۔ اقبال سرزمین عجم کے مولانا جلال الدین رومی کے افکار و نظریات سے متاثر ہو کر اپنی اردو فارسی شاعری میں خفتہ لوگوں کی بیداری کا بیڑا اٹھاتے ہیں۔

مولانا روم اور علامہ اقبال کے تاریخی ادوار میں ہمیں مماثلت نظر آتی ہے اور وہ ایک تشویشناک صورتحال ہے جس سے اپنے دور کے مسلمان دوچار ہیں۔ اقبال کے دور میں سلطنت عثمانیہ کا سورج ہمیشہ کے لیے ڈوب گیا اور مسلمانوں میں انتشار اور افراتفری نظر آتی ہے۔ اس دور پر آشوب میں مشرق زمین کو علامہ اقبال جیسے شاعر اور مفکر نصیب ہوا جو اسلام اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بحالی کے لیے ہمہ تن مصروف عمل نظر آتے ہیں اور اپنی اردو فارسی شاعری میں مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیداری کا سبق دیتے ہیں اور اپنے اسلاف کی راہ پر گامزن ہونے کی سوچ دیتے ہیں۔ علامہ اقبال اپنی اردو فارسی شاعری میں جن ایرانی اور عجمی شخصیت سے بہت حد تک متاثر نظر آتے ہیں اور ان کے افکار و عقائد پر عمل پیرا ہیں وہ حضرت مولانا جلال الدین رومی ہیں۔ یوں کہنا مناسب ہو گا کہ علامہ اقبال رومی عصر کی شکل میں نمودار ہیں اور اپنی امت کی ہنمائی کرتے ہیں۔ اقبال ارمغان حجاز کے ایک فارسی قطعے میں اپنے پر آشوب دور کا رومی کے دور سے یوں موازنہ کرتے ہیں:

چو رومی در حرم دادم اذان من — ازو آموختم اسرار جان من

بہ دور فتنہ عصر کہن او — بہ دور فتنہ عصر روان من (۲)

علامہ اقبال مولانا روم سے اتنے متاثر نظر آتے ہیں کہ ان کی غزلیات یا مثنویوں کو شعری تضامین کے طور پر استعمال کرتے ہیں خاص طور پر اپنے فارسی مجموعہ کلام "جاوید نامہ" میں علامہ اقبال نے رومی کی غزلیات اور مثنویوں کے اشعار لا کر مولانا روم سے مکالمہ شروع کرتے ہیں۔ علامہ اقبال نے جاوید نامہ کی ابتدا میں رومی کی معروف و مشہور غزل کے چند اشعار بطور تضمین لاتے ہیں۔

بکشای لب کہ قند فراوانم آرزوست — بنمای رخ کہ باغ و گلستانم آرزوست

یک دست جامِ بادہ و یک دست زلفِ یار　　رقص چنین میانہ میدانم آرزوست

جاوید نامہ میں اقبال کی مولانا روم سے ہم کلامی نظر آتی ہے یوں لگتا ہے مولانا روم آمنے سامنے بیٹھے ہوں اور اقبال ان سے محو گفتگو ہیں۔ علامہ اقبال نے جاوید نامہ میں بعض مقامات پر بھی رومی کی شان و منزلت میں اشعار پیش کیے ہیں۔ جاوید نامہ میں رومی کے عنوان سے علامہ اقبال نے مولانا روم کی کبریائی عظمت کے معترف نظر آتے ہیں اور مولانا روم کو ارضی مخلوق کے بجائے ایک افلاکی مخلوق جانتے ہیں جن کے افکار میں جمود نہیں بلکہ حرکت پائی جاتی ہے اور افلاک آسمانی کی سیر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ان کے افکار و خیالات اتنی بلندی پر ہیں جن تک رسائی اتنا سہل نہیں ہے۔ مولانا روم کی شخصیت اور فکر و فلسفے نے علامہ اقبال کے افکار و خیالات پر اپنے مثبت اثرات چھوڑ دیے ہیں اور وہ اپنے آپ کو رومی عصر کے روپ میں دکھاتے ہیں۔ علامہ اقبال خود اس بات کے بھی معترف ہیں اور اپنے فارسی اشعار میں یوں کہتے ہیں:

پیر رومی را رفیق راہ ساز　　تا خدا بخشد ترا سوز و گداز

زآنکہ رومی مغز را داند ز پوست　　پای او محکم فتد در کوی دوست (۳)

رومی وہ پہلے ایرانی اور عجمی شاعر اور مفکر ہیں جن کے افکار و خیالات سے علامہ اقبال بے حد متاثر نظر آتے ہیں اور ان سے ہم کلامی کرتے ہیں یوں کہنا چاہیے کہ مولانا روم نے علامہ اقبال کے افکار و خیالات کی آبیاری میں اپنا اہم کردار ادا کیا ہے۔ علامہ اقبال اپنے اردو مجموعہ کلام "بال جبریل" میں "پیر و مرید" کے عنوان سے مولانا روم سے محو گفتگو ہیں اقبال اردو میں اشعار سناتے ہیں اور مولانا رومی فارسی زبان میں اقبال کی بات کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس انداز شعری کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیے۔

مرید ہندی

چشم بینا سے ہے جاری جوئے خُوں　　علم حاضر سے ہے دیں زار و زبوں!

پیر رومی

علم را بر تن زنی ماری بود　　علم را بر دل زنی یاری بود (۴)

اقبال اپنے اردو فارسی کلام میں ایرانی شعرا کا کئی مقامات پر ذکر کیا ہے جن کی اہمیت کی بنا پر ہم ان شعرا اور کلام اقبال میں ان کے اشعار کی طرف سلسلہ وار اشارہ کریں گے۔ علامہ اقبال اپنے فارسی مجموعہ کلام کا آغاز ایرانی شاعر میرزا محمد حسین نظیری نیشاپوری کے اس فارسی شعر سے کرتے ہیں:

نیست در خشک و تر بیشہ من کوتاہی　　چوبِ ہر نخل کہ منبر نشود دار کنم

ترجمہ: میرے جنگل کے خشک وتر میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ جو درخت منبر نہیں بنتا تو اسے سولی بنالیتاہوں۔

نظیری نیشاپوری(وفات:۱۰۲۱ھ / ۱۶۱۲)، ایران کے شہر نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے صفوی عہد حکومت میں ایران سے ہجرت کر کے مغل بادشاہ جلال الدین اکبر کے عہد میں ہندوستان کا رخ کیا اور مغلیہ سلطنت کے درباروں سے وابستہ رہے اور ان کی وفات آگرے میں ہوئی۔ علامہ اقبال نے اپنے فارسی مجموعہ ہائے کلام زبور عجم، پیام مشرق اور ارمغان حجاز میں نظیری نیشاپوری کی پیروی میں نغمہ سنجی کی ہے۔ علامہ اقبال نے خاص طور پر پیام مشرق میں نظیری کی پیروی میں غزل سرائی کی ہے۔

هوای فروردین در گلستان میخانه می سازد　　سبو از غنچه می ریزد ز گل پیمانه می سازد (اقبال)

هوای کوی او آواره ام از خانه می سازد　　فسون او پدر را از پسر بیگانه می سازد (نظیری)

علامہ اقبال نے نظیری نیشاپوری کے ایک مصرع کی خوبصورتی سے متاثر ہو کر پیام مشرق اور جاوید نامہ میں ان کی پیروی میں پوری غزل کہہ دی ہے۔

ز خاک خویش طلب آتشی که پیدا نیست　　تجلی دیگری که درخور تقاضا نیست

به ملک جم ندهم مصرع نظیری را　　"کسی که کشته نشد از قبیله ما نیست" (۵)

علامہ محمد اقبال کو ایرانی سرزمین اور فارسی زبان وادب سے بڑی عقیدت و محبت ہے اور انہوں نے اپنے افکار و خیالات کو فارسی زبان میں شعری پیکر میں ہم تک پہنچایا ہے۔ علامہ کو فارسی شعر وادب سے محبت کا اندازہ ان کے اسرار خودی کے درج ذیل اشعار سے لگایا جاسکتا ہے:

هندیم از پارسی بیگانه ام　　ماه نو باشم تهی پیمانه ام

حسن انداز بیان از من مجو　　خوانسار و اصفهان از من مجو

گرچه هندی در عذوبت شکر است　　طرز گفتار دری شیرین تر است

پارسی از رفعت اندیشه ام　　درخورد با فطرت اندیشه ام (۶)

علامہ اقبال نے فارسی زبان سے اپنی بے پناہ محبت کا اظہار کیا ہے اور اپنے اشعار میں خوانساز و اصفہان کا بھی ذکر کیا ہے۔ اقبال ہندوستان میں بیٹھ کر اصفہان نصف جہان کی بات کرتے ہیں ان کے رگ وپے میں ایرانی تہذیب تمدن کا خون دوڑ رہا

ہے۔ علامہ اقبال کے خاندان کی زبان فارسی نہ تھی لیکن ان کا فارسی زبان سے ایک روحانی لگاؤ تھا اور اس جذبے کے تحت انہوں نے فارسی زبان اور اپنی شاعری کا ذریعہ بنایا اور اکیسویں صدی کے اس دور پر تلاطم میں بھی ان کے فارسی اشعار کی خوبصورتی فضا کو عطر افشاں کرتی ہے۔ علامہ اقبال نے اپنی اردو فارسی شاعری میں مولانا روم اور نظیری نیشاپوری کے علاوہ حافظ، سعدی، عطار نیشاپوری، صائب تبریزی، ابو طالب کلیم کاشانی، باباطاہر عریاں، قرۃ العین طاہرہ اور دیگر ایرانی شعرا کا بھی ذکر کیا ہے۔

ابو طالب کلیم کاشانی یا ہمدانی ایرانی شاعر جو ہمدان میں پیدا ہوئے کچھ عرصے کے لیے ایران کے شہر کاشان میں مقیم رہے اور کلیم کاشانی سے مشہور ہوئے، جہانگیر کے عہد حکومت میں ہندوستان آکر بسنے لگے اور شاہ جہان کے دربار سے منسلک رہے۔ شاہ جہان نے انہیں فتوحات شاہجہانی کو نظم کرنے کا حکم دیا اور مثنوی کی صنف سخن میں شاہ جہان کے عہد حکومت کے واقعات نظم کیے۔ کلیم کاشانی سنہ ۱۰۶۱ھ میں کشمیر میں فوت ہوئے۔ علامہ اقبال کے اردو مجموعہ کلام "بانگ درا" میں ابو طالب کلیم کاشانی کے ایک شعر بطور تضمین استعمال کیا ہے۔ غزل کا عنوان "تضمین بر شعر ابو طالب کلیم" ہے۔ درذیل اشعار بوط ملاحظہ ہوں:

غافل! اپنے آشیاں کو آکے پھر آباد کر　　نغمہ زن ہے طور معنی پر کلیمِ نکتہ بیں

"سرکشی باہر کہ کردی، رام او باید شدن　　شعلہ سان از ہر کجا برخاستی آنجا نشین" (۷)

اس کے علاوہ علامہ اقبال نے فارسی مجموعہ کلام "رموز بے خودی" میں بھی ہمدان کے بلند و بالا پہاڑ "الوند" کے تلمیحاتی انداز میں ذکر کیا ہے۔ ابو طالب کلیم اور کوہ الوند کا تعلق ایران کے صوبہ ہمدان سے ہے۔ یوں علامہ اقبال اپنے دور میں ہمدان میں واقع کوہ الوند سے بھی واقف ہیں اور ان کی نگاہ دورس ہے۔

شرع میخواہد کہ چون آئی بہ جنگ　　شعلہ گردی، واشگافی کام سنگ

آزماید قوتِ بازوی تو　　می نہد الوند پیش روی تو (۸)

اس کے علاوہ علامہ اقبال نے اپنی مشہور فارسی نظم "از خواب گران خیز" میں جو ایران کے اسکولوں کے فارسی نصاب میں بھی شامل ہے ہمدان کا ذکر کیا ہے۔ اس نظم میں اقبال نے مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیداری کا سبق دیا ہے اور خاور و افرنگ کا آپس میں موازنہ کیا ہے۔

ہر ذرہ این خاک گرہ خوردی نگاہی است　　از ہند و سمرقند و عراق و ہمدان خیز (۹)

ایرانی شعرا کے علاوہ صوفی حضرات نے بھی تبلیغ اسلام کے سلسلے میں ہندوستان کا رخ کیا۔ ایرانی عالم و شاعر میر سید علی ہمدانی، (ولادت: ۲۲ اکتوبر ۱۳۱۴– وفات: ۱۸ جنوری ۱۳۸۵) ہمدان میں پیدا ہوئے۔ ہمدان سے ماوراالنہر میں جا کر شہر ختلان

میں مقیم رہے۔ سید علی ہمدانی نے تیموری عہد حکومت میں ختلان سے کشمیر کا رخ کیا وہ وہاں تبلیغ اسلام میں مصروف رہے اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے فارسی زبان و ادب کے فروغ میں اپنا اہم کردار ادا کیا۔ میر سید علی ہمدانی شہر پاخُلی (کُنر۔ افغانستان) میں وفات پائے اور تاجکستان کے شہر ختلان میں سپرد خاک ہوئے۔ میر سید علی ہمدانی "شاہ ہمدان" سے بھی معروف و مشہور ہوئے علامہ اقبال نے اپنی اردو فارسی شاعری میں میر سید علی ہمدانی سے اپنی بے پنا محبت کا اظہار شعری پیرائے میں کیا ہے۔ اقبال نے اپنے فارسی مجموعہ کلام "جاوید نامہ" کے "آں سوے افلاک" کے حصے میں "زیارت امیر کبیر حضرت سید علی ہمدانی اور مُلا طاہر غنی کشمیری" میں سید علی ہمدانی کی مدح میں خوبصورت اشعار نظم کیے ہیں۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

سیّد السّادات، سالار عجم　　دستِ او معمارِ تقدیر امم

تا غزالی درسِ اللہ ہو گرفت　　ذکر و فکر از دودمان او گرفت

مرشدِ آن کشور مینو نظیر　　میر و درویش و سلاطین را مشیر

خطّہ را آن شاہِ دریا آستین　　داد علم و صنعت و تہذیب و دین

آفرید آن مرد ایران صغیر　　باہنرہای غریب و دلپذیر (۱۰)

میر سید علی ہمدانی خطہ کشمیر میں تبلیغ دین اسلام کے سلسلے میں اپنی بے لوث خدمات سرانجام دیں اور شاہ ہمدان سے معروف ہوئے۔ ان اشعار میں علامہ اقبال نے میر سید علی ہمدانی کی مدح و ستائش میں دریا کے پانی بہا دیے ہیں۔ ہمدان سے متعلق جن ادبی، علمی اور دینی شخصیات میں سے جن کی طرف علامہ اقبال نے اپنی اردو فارسی شاعری میں اشارہ کیا ان میں ایرانی طبیب، حکیم، شاعر و فلسفی ابو علی سینا (وفات: ۱۰۳۷ م) کا نام سر فہرست ہے جن کی علم طب میں "قانون" اور علم فلسفے میں "شفا" کی کتابیں مشہور ہیں۔ ابو علی سینا شہر بخارا میں پیدا ہوئے اور ہمدان میں فوت ہو کر یہاں سپرد خاک ہوئے۔ علامہ اقبال خود بھی علم فلسفہ کے ماہر تھے اور انہوں نے "ایران میں مابعد الطبیعیات کا ارتقا" ((The Development of Metaphysics in Persia کے عنوان سے میونخ یونیورسٹی جرمنی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری وصول کی۔ علامہ اقبال پیام مشرق میں "حکمت و شعر" کے عنوان سے ابو علی سینا اور مولانا روم کا تقابلی جائزہ لیا ہے یوں کہنا مناسب ہو گا کہ اقبال نے حکمت اور شاعری کا آپس میں موازنہ کر کے شعری جذبات کو حکمت و فلسفے پر فوقیت بخشی ہے۔

بو علی اندر غبار ناقہ گم　　دست رومی پردہ محمل گرفت

این فروتر رفت و تا گوہر رسید　　آن بگردابی چو خس منزل گرفت

حق اگر سوزی ندارد حکمت است　　شعر میگردد چو سوز از دل گرفت (۱۱)

اقبال نے اردو مجموعہ کلام "بال جبریل" میں خودی کے عنوان سے شاہنامہ فردوسی سے ایک فارسی شعر تضمین کیا ہے جو فلسفہ خودی کے ضمن میں اہمیت کا حامل ہے اس نظم میں علامہ اقبال خودی کو فردوسی کی نظر سے دیکھانے کی کوشش کی ہے۔ فردوسی نے تیس برس تکلیفیں اٹھاکر شاہنامہ نظم کی اور اس کے عوض میں کوئی بھی صلہ بادشاہ سلامت کی طرف سے نہ ملا لیکن فردوسی اور ان کے منظومے کے ابھی چار دانگ عالم میں چرچے ہیں۔ علامہ اقبال کی یہ نظم ملاحظہ فرمایئے:

خودی کو نہ دے سیم وزر کے عوض　　نہیں شعلہ دیتے شرر کے عوض
یہ کہتا ہے فردوسیِ دیدہ ور　　عجم جس کے سُرمے سے روشن بصر
"ز بہر درم تُندو بد خو مباش　　تُو باید کہ باشی، درم گو مباش" (۱۲)

اقبال نے اپنے اردو مجموعہ کلام ضرب کلیم میں صاحب تحفہ العراقین خاقانی شروانی کی مدح میں ایک نظم "خاقانی" کے عنوان سے لکھی ہے جو خاقانی کو "ارباب نظر کا قرہ العین" کہہ دیا ہے۔ خاقانی نے "تحفہ العراقین" مثنوی کی صنف میں منظوم کی ہے اور اقبال کو کافی حد تک تحفہ العراقین سے آشنائی ہوئی ہوگی جس کی بنا پر انہوں نے خاقانی سے اپنی عقیدت کا اظہار شعری پیرائے میں کیا ہے۔اس نظم کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

وہ صاحب تحفہ العراقین　　ارباب نظر کا قرہ العین
ہے پردہ شگاف اُس کا ادراک　　پردے ہیں تمام چاک چاک (۱۳)

خاقانی کے علاوہ علامہ اقبال نے اپنی اردو فارسی شاعری میں سعدی، حافظ، انوری، جامی، سنائی غزنوی اور دیگر ایرانی شعرا سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ علامہ اقبال نے سفر افغانستان کے دوران حکیم سنائی غزنوی کے مزار پر حاضری دی اور مثنوی مسافر میں "سفر بہ غزنی وزیارت مزار حکیم سنائی" کے عنوان سے ان سے اپنی والہانہ محبت کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ حکیم سنائی غزنوی کی یوں مدح سرائی کرتے ہیں:

آہ غزنی آن حریم علم وفن　　مرغزارِ شیر مردان کہن
دولتِ محمود را زیبا عروس　　از حنابندانِ اودانای طوس
خفتہ در خاکش حکیم غزنوی　　از نوای اودلِ مردان قوی
آن حکیم غیب، آن صاحب مقام ترک جوش رومی از ذکرش تمام (۱۴)

اقبال نے اپنے فارسی اشعار میں حکیم سنائی غزنوی کی خوب مدح وستائش کی ہے اور مثنوی مسافر کی ایک اور نظم میں حکیم سنائی کی زبانی سے ابو علی سیناسے ہم کلام ہوتے ہیں۔ اقبال اپنی اردو فارسی شاعری میں سرزمین عجم کے سربر آوردہ شاعروں،

حکیموں، فلسفیوں کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ اقبال نے پیام مشرق کے لالہ طور میں فارسی زبان میں فارسی رباعیات کہیں اور ان کا عنوان رباعیات رکھ دیا لیکن کچھ لوگوں نے ان پر نکتہ چینی شروع کر دی کہ یہ اشعار رباعی کی بحر میں نہیں ہیں۔ اقبال نے ان کے جواب میں یوں کہا: کہ باباطاہر عریاں کے جتنے مجموعہ کلام ایران، یورپ اور ہندوستان میں چھپے ہیں ان کے سر ورق پر رباعیات بابا طاہر ہی لکھا ہے اس لیے میں نے اپنے اشعار کو رباعی کہنا درست سمجھا کیونکہ باباطاہر عریاں کی رباعیات کے وزن پر ہیں۔ البتہ یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیے کہ باباطاہر عریاں کی شاعری زیادہ دوبیتیوں کے نام سے ایران میں مشہور ہے۔ باباطاہر عریاں ایران کے صوبہ ہمدان میں زندگی بسر کی اور ان کا مزار بھی ہمدان میں ہے، ان کی مادری زبان لری ہے اور انہوں نے جو دوبتیاں کہیں ان کی بحر ہزج مسدس محذوف ہے۔ البتہ ان دوبیتیوں میں لری اور فارسی زبانوں کی ملاوٹ ہمیں نظر آتی ہے جو ان دوبیتیوں کی خوبصورتی کو دوبالا کرتی ہے۔ اب ہم باباطاہر عریاں اور علامہ اقبال کی ایک ایک دوبیتی آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

مکن کاری کہ بر پاسنگت آیو   جہان با این فراخی تنگت آیو
چو فردا نامہ خوانان نامہ خوانند   تورا از نامہ خواندن ننگت آیو (باباطاہر عریاں)

نہ افغانیم و نی ترک و تتاریم   چمن زادیم و از یک شاخساریم
تمیز رنگ و بو بر ما حرام است   کہ ما پروردہ یک نوبہاریم (اقبال) (۱۵)

علامہ اقبال نے جاوید نامہ میں ایک خاتون ایرانی شاعرہ " طاہرہ قرۃ العین" کی طرف اشارہ کیا ہے اور "نوای طاہرہ" کے عنوان سے ان کے فارسی اشعار من و عن اپنی نظم میں شامل کیے ہیں۔ ایرانی شاعرہ اور عارفہ طاہرہ قرۃ العین (ولادت: ۱۲۳۰۔ وفات: ۱۲۶۸ ہجری) ایران کے شہر قزوین میں پیدا ہوئیں اور قاجاری دور حکومت میں انہیں پھانسی دی گئی۔ ایک روایت کے مطابق ان کا جنازہ تہران کے کسی کنویں میں پھینک دیا گیا۔ وہ پہلی ایرانی خاتون ہیں جنھوں نے جو پردہ کرنے کے خلاف آواز اٹھائی اور اپنا برقع اتارا۔ اقبال نے جاوید نامہ میں حلاج، غالب اور طاہرہ قرۃ العین کی ارواح جلیلہ سے مخاطب ہیں:

شوق بی پروا ندیدستی نگر!   زور این صہبا ندیدستی نگر!
غالب و حلاج و خاتون عجم   شورہا افگندہ در جان حرم (۱۶)

ایرانی عارف و شاعر شیخ محمود شبستری (۶۸۷-۷۲۰ ہ ق) تبریز کے آس پاس شہر شبستر میں پیدا ہوئے اور اپنے عرفانی اشعار سے مشہور ہیں۔ امیر حسینی غوری ہروی (وفات ۷۱۸ ھ ق) نے عرفان و تصوف سے متعلق پندرہ شعروں پر مبنی سوالات شیخ محمود شبستری سے پوچھے تو شبستری نے ان سوالات کے جواب میں ہزار اشعار پر مبنی ایک مثنوی منظوم کی جو "گلشن راز" کے نام سے مشہور ہے یہ مثنوی مختلف بین الاقوامی زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ علامہ اقبال نے شیخ محمود شبستری کی اس مثنوی سے

متاثر ہو کر اپنے مجموعہ کلام "زبور عجم" میں نئے انداز بیان سے نو سوالات کے جوابات منظوم کیے ہیں جو "گلشن راز جدید" سے مشہور ہے۔ علامہ اقبال شیخ محمود شبستری کی اس مثنوی سے اتنے متاثر ہو چکے تھے کہ ان تصوف و عرفان سے متعلق سوالات کے جواب میں ایک نیا انداز اپنایا ہے۔ علامہ اقبال مثنوی گلشن راز جدید میں شیخ شبستری کی مدح میں یوں رقمطراز ہیں:

به طرز دیگر از مقصود گفتم　　جواب نامه محمود گفتم

ز عہد شیخ تا این روزگاری　　نزد مردی بجان ماشراری

کفن در بر بخاکی آرمیدیم　　ولی یک فتنہ محشر ندیدیم

گذشت از پیش آن دانای تبریز　　قیامتہا کہ رست از کشت چنگیز (۱۷)

علامہ اقبال نے ہر چند اپنی شاعری میں ملاؤں اور بے عمل صوفیوں سے اپنی بیزاری کا اعلان کیا ہے لیکن مولانا جلال الدین رومی، شیخ محمود شبستری جیسے صوفیائے کرام سے کافی حد تک متاثر ہیں اور علامہ اقبال نے بڑے واضح انداز میں مولانا روم کو اپنا پیر و مرشد تسلیم کرتے ہیں۔ علامہ اقبال کو خانقاہوں میں بیٹھے بے عمل صوفیوں کو اپنی تنقید کا نشانہ ضرور بناتے ہیں لیکن عرفان اور تصوف سے ان کا رشتہ مضبوط نظر آتا ہے اور اپنے جاوید نامہ میں افلاک آسمانی میں سرزمین عجم کی ارواح جلیلہ سے بیانیہ انداز سخن سے ملاقات کرتے ہیں۔ صوفیائے کرام کی مدح میں اقبال یوں نغمہ سرائی کرتے ہیں۔

عطا کن شور رومی، سوز خسرو　　عطا کن صدق و اخلاص سنائی (۱۸)

علامہ اقبال نے اپنے اردو اشعار میں بھی سرزمین عجم کے علما، صوفیا اور عرفا کرام کا ذکر کیا ہے اور ان کے مطابق یہ یہ لوگ اپنی محنت، مشقف اور "آہ سحر گاہی" کی وجہ سے آج شہرت کی بلندیوں کو سر کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

عطار ہو رومی ہو، رازی ہو غزالی ہو　　کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی (۱۹)

حوالہ جات

۱۔ اقبال، کلیات فارسی، لاہور، شیخ غلام علی سنز، ص ۴

۲۔ اقبال، کلیات فارسی، ص ۹۳۷

۳۔ اقبال، کلیات فارسی، ص ۷۹۶

۴۔ اقبال، کلیات اردو، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۷، ص ۴۶۲

۵۔اقبال،کلیات فارسی،صص ۳۲۸-۳۲۹

۶۔اقبال،کلیات فارسی،صص ۱۲-۱۱

۷۔اقبال-کلیات اردو،ص ۲۴۹

۸۔اقبال-کلیات فارسی۔ص ۱۲۷

۹۔اقبال،کلیات فارسی،ص ۴۷۴

۱۰۔اقبال،کلیات فارسی،صص ۴۷۶۔۴۷۷

۱۱۔اقبال-کلیات فارسی،ص ۲۷۶

۱۲۔اقبال۔کلیات اردو،ص ۴۹۰

۱۳۔اقبال۔کلیات اردو،ص ۶۳۲

۱۴۔اقبال۔کلیات فارسی،ص ۸۶۲

۱۵۔اقبال۔کلیات فارسی،ص ۲۲۲

۱۶۔اقبال۔کلیات فارسی،ص ۷۰۴

۱۷۔اقبال۔کلیات فارسی۔ص ۵۳۷۔۵۳۸

۱۸۔اقبال،کلیات فارسی،ص ۸۹۷

۱۹۔اقبال۔کلیات اردو،ص ۳۸۵

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk/tasdeeq